جلد ۱۱ | امان ۱۳۴۹ ہش | شمارہ ۳

مارچ ۱۹۷۰ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

امان ۱۳۴۹ھش

مارچ ۱۹۷۰ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- چھ روپے ✵ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم * مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ * مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۱ شمارہ ۳

امان ۱۳۴۹ ہش

احمدی بچوں کو احمدیت کا نمونہ بنائیں!

آئندہ نسلوں کی تربیت اور اس کی بنیادی اہمیت

ایک ترقی کرنے والی قوم کے لئے آئندہ نسلوں کی تربیت کے مسئلہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئندہ نسلوں کی تربیت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اگر ہم غور کریں تو دنیا میں جتنی تباہی آتی ہے وہ آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہ کرنے کی وجہ سے آتی ہے۔ اور جب بھی کسی قوم نے ترقی کی ہے آئندہ نسل کے اچھا ہونے کی وجہ سے کی ہے۔ کسی قوم کا اگلا قدم تباہی کی طرف اُسی وقت اُٹھتا ہے جب اُس کی آئندہ نسل خراب ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو ہی دیکھ لو تیس سال تک اسلام نے کیسی شاندار ترقی کی تھی۔ مگر پھر جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ میرے منبر پر سؤر اور کُتّے ناچ رہے ہیں، تیس چالیس

برس کے بعد ایسے نوجوان پیدا ہوگئے جن کی ماؤں نے ان کی صحیح تربیت نہیں کی تھی۔ وہ ایسے خراب ثابت ہوئے کہ بادشاہ بھی بنے، وزیر بھی بنے، گورنر بھی بنے، علاقوں کے حکمران بھی بنے مگر اسلام سے اُن کو اتنی دُوری تھی کہ خدا نے اُن کو سؤروں اور کتّوں سے مشابہت دیدی۔ وہ اُس منبر پر بیٹھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا مگر انہوں نے باتیں وہ کیں جو کتّوں اور سؤروں والی تھیں اور جو اتنی بھیانک اور خوفناک تھیں کہ خود اُن کی اولادوں نے اُن کے خلاف نفرت اور حقارت کا اظہار کیا۔" (الفضل ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۰ء بحوالہ الازھار لذوات الخمار حصہ دوم صہ ۹۵)

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اِس ارشاد سے آئندہ نسلوں کی تربیت کی اہمیت واضح ہے۔ بالخصوص جماعت احمدیہ کے لئے تو آئندہ نسلوں کی تربیت کا معاملہ اس درجہ اہم ہے کہ اِس پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ ہماری آئندہ نسلوں کی تربیت پر جماعت کی ترقی کا ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کی فلاح و نجاح کا دارومدار ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر اسے نجات کا مستحق بنانے کی عظیم ذمہ داری صرف اور صرف اِس جماعت کے کندھوں پر ڈالی ہے۔ اب اگر خدانخواستہ اِس جماعت کی آئندہ نسلیں ہی بگڑ جائیں اور تربیت کے اسلامی معیار پر پُوری نہ اُتریں تو پھر دُنیا میں غلبۂ اسلام کی مہم کو جو نقصان پہنچے گا وہ ظاہر و باہر ہے۔

احمدی بچوں کو احمدیت کا نمونہ بنانے کے لئے پہلے اِس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ احمدیت کے نمونہ سے کیا مراد ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ احمدیت لوگوں کو اسلام کی لازوال و بے مثال تعلیم پر عمل پیرا کرا کے انہیں با اخلاق اور باخدا ہی نہیں بلکہ خدا نما وجود بنانے دُنیا میں آئی ہے تا وہ اپنے نیک نمونے، تعلق باللہ، آسمانی تائیدات اور تازہ بتازہ نشانات کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت سے ہمکنار کرنے کا موجب ہوں۔ ظاہر ہے کہ احمدی بچوں سے چھوٹی عمر میں ہی اِلّا ماشاء اللہ بالعموم یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان کے وجود اس رنگ میں خدا نما وجود بن جائیں کہ وہ اپنے تعلق باللہ اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی تائیدات اور نشانات سماوی کے ذریعہ دوسروں کی ہدایت کا وسیلہ ٹھہریں البتہ بچوں کی زندگیوں میں اس نمونہ کا بیج ضرور بویا جا سکتا ہے۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ احمدی بچوں کو احمدیت کا نمونہ بنائیں تو اس سے ہماری مراد یہی ہوتی ہے کہ ہم اُن کی زندگیوں میں اِس نمونہ کا

بیج بوئیں۔ ہمیں یہ بیج اُن کی زندگیوں میں ضرور بونا چاہیئے اور بڑی جانفشانی کے ساتھ اس کی نگہداشت کرنی چاہیئے تاکہ وہ ان کی عمر کے ساتھ ساتھ بڑھے پھولے اور پھلے اور بالآخر روحانیت کے تناور درخت کی شکل اختیار کرکے دوسروں کو فیضیاب کرنے کا موجب بنے۔ تربیتِ اولاد سے متعلق سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیش قیمت ارشادات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر آشکار ہوتا ہے کہ احمدیّت کے نمونہ کا وہ بیج تین بنیادی باتوں پر مشتمل ہے :-

اوّل یہ کہ احمدی بچوں کو شروع ہی سے نماز باجماعت اور دُعاؤں کا ایسا عادی بنایا جائے کہ اس میں کسی قسم کی سُستی یا کوتاہی کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

دوم یہ کہ انہیں خدمت و اشاعتِ اسلام کی تڑپ سے ہمکنار کرکے ان میں جانی ومالی قربانی کا مادہ پیدا کیا جائے۔

سوم یہ کہ خلافت کی اہمیت اور اس کی عظیم الشان برکات اچھی طرح واضح کرکے ان میں خلیفۂ وقت کے ساتھ دلی وابستگی اور محبّت وعقیدت اور اطاعت کی روح پیدا کی جائے اور اِس روح کو اِس طور پر پروان چڑھایا جائے کہ اس میں ہر آن ترقی ہوتی رہے۔

یہ تینوں امور احمدیت کے نمونہ کے حق میں بیج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے نتیجہ میں یقیناً ہر احمدی بچہ اِس قابل ہوسکتا ہے کہ اُس کی زندگی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے سانچے میں ڈھلتی چلی جائے اور بالآخر وہ احمدیت کا ایک حسین اور دلکش عملی نمونہ نظر آنے لگے۔

جہاں تک امرِ اوّل یعنی احمدی بچوں کو نمازِ باجماعت کا عادی بنانے کا تعلق ہے سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس کی ذمہ داری زیادہ تر باپ پر ڈالی ہے اور وہ اِس لئے کہ یہ باپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ جب وہ مسجد میں جائے تو بچوں کو ساتھ لے کر جائے۔ آپؓ بچوں کو نمازِ باجماعت کا عادی بنانے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"بچوں کے اخلاق و عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہے۔ بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے ...... مَیں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے ..... میرے نزدیک اُن ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا

کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے... .....بڑا آدمی اگر خود نماز نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نمازِ باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں" (الفضل ۱۸ر جون ۱۹۶۵ء)

جہاں تک امرِ دوم یعنی بچوں میں خدمت و اشاعتِ اسلام کی تڑپ اور قربانی کی رُوح پیدا کرنے کا تعلق ہے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ذمہ داری زیادہ تر ماؤں پر ڈالی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپؓ بالخصوص ماؤں کو اُن کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر عورتیں ہمارا ساتھ دیں اور وہ بچوں سے کہیں کہ اگر تم زندگی وقف نہ کرو گے، اگر تم اپنے اندر دین داری پیدا نہ کرو گے، تو مَیں تمہیں اپنا دُودھ نہیں بخشوں گی اور مَیں خدا سے کہوں گی کہ اس نے میرا حق ادا نہیں کیا، اس نے میرا کہنا نہیں مانا یہ میرا عاق ہے، تو تھوڑے ہی عرصہ میں کایا پلٹ سکتی ہے۔ اگر مائیں یہ طریق اختیار کریں تو ننانوے فیصدی لڑکوں کی اصلاح ہو جائے اور ننانوے فیصدی لڑکے تعلیم میں تیز ہو جائیں اور ان کے اندر بیداری اور قربانی کی رُوح پیدا ہو جائے۔ مَیں اس موقع پر جماعت کی عورتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کو تحریک کریں کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کریں اور جن لڑکوں کو سلسلہ قبول نہیں کرتا ان کو تحریک کریں کہ وہ اپنے خرچ سے بچا ہؤا روپیہ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے دیں۔ اگر ان کے لڑکے اس کام کے لئے تیار نہ ہوں تو ہر ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے کہہ دے کہ تم نے میرا حق ادا نہیں کیا مَیں قیامت کے دن خدا کے سامنے تمہارے متعلق کہہ دوں گی کہ یہ میرا نافرمان بیٹا ہے اس نے میرا کہا نہیں مانا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ سلسلہ کے کاموں کو عظیم الشان طور پر چلانے کا وقت آگیا ہے۔ لیکن ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک عورتیں ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں۔ جس دن عورتیں یہ طریق اختیار کر لیں گی تم سمجھ لو لڑکوں کی اصلاح کرنا بہت آسان ہو جائے گا اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں بیداری سے کام کرنے لگیں گے۔"

(مصباح فروری ۱۹۴۶ء بحوالہ الازھار لذوات الخمار صفحہ ۲۱۹)

جہاں تک امر سوم یعنی خلافت کے ساتھ دلی وابستگی، محبت وعقیدت اور اطاعت کا تعلق ہے آئندہ نسلوں کو احمدیت کا نمونہ بنانے کے سلسلہ میں اس کو غیر معمولی طور پر بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے بچوں کے اندر خلیفۂ وقت یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ دلی وابستگی، محبت وعقیدت اور اطاعت کی عقیقی روح پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کے ایک شیریں اور طیب ثمر کے طور پر وہ تمام خوبیاں اور اوصاف ان میں از خود پیدا ہوتے چلے جائیں گے جن سے احمدیت ہم میں سے ہر ایک کو مزین دیکھنا چاہتی ہے۔ اصل اور بنیادی چیز جس پر احمدی بچوں کی دینی و جماعتی تربیت اور ان کی روحانی ترقی کا دارومدار ہے وہ ان کی خلیفۂ وقت کے ساتھ دلی وابستگی، محبت وعقیدت اور اطاعت کا ہی جذبہ ہے۔ خلیفۂ وقت کے ساتھ دلی وابستگی ہے تو سب کچھ ہے اور اگر خدانخواستہ یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار اللہ کے عہد میں بھی اس امر کو خاص طور پر شامل فرمایا ہے کہ:-

"میں اپنی اولاد کو بھی خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

جہاں تک خلیفۂ وقت کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہنے کا تعلق ہے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تم خلافت کے ساتھ دلی طور پر وابستہ رہو گے اور پورے اخلاص اور پوری وفاداری کا نمونہ دکھا کر اپنا فرض ادا کرو گے اور غلبۂ اسلام کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانیاں کرو گے تو اس کے صلہ میں خدا تعالیٰ تمہیں نیک، صالح اور بابرکت اولاد عطا کرے گا۔ جو بچہ تمہیں عطا ہوگا اُسے وہ برکتوں کی چادر میں لپیٹ کر اس دُنیا میں بھیجے گا۔ اور ایسا ہر بچہ اسلام اور احمدیت کا خادم اور سپاہی ثابت ہوگا۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:-

"وہ رحیم و کریم ہے اور وہ رحیم و کریم یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُن کی رُوحانی اولاد اپنے ورثہ سے محروم ہو جائے سو دوستو بڑھو کہ تمہیں ترقی دی جائے گی، قربانی کرو کہ تمہیں دائمی زندگی دی جائیگی، اپنے فرض کو پہچانو کہ خدا تعالیٰ اس سے بڑھ کر اپنے فرض کو پہچانے گا۔ اور جب وہ وقت آئے گا تو نہ صرف تمہارے گھر برکتوں سے بھر جائیں گے بلکہ ہر وہ گوشت کا لوتھڑا جو تمہارے جسم سے نکلے گا اس کو بھی برکتوں کی چادر میں لپیٹ کر بھیجا جائے گا۔"

(الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۵۵ء)

الغرض اپنے بچوں کو نماز باجماعت کا پابند بنا کے، ان میں خدمت و اشاعتِ اسلام کی تڑپ پیدا کر کے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان میں خلافت کے ساتھ دلی وابستگی اور محبت و اطاعت کا مادہ پیدا کر کے انہیں احمدیت کا نمونہ بنانا از بس ضروری ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں گے تو یقیناً ہمارے گھر برکتوں سے بھر جائیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ ہم انہیں احمدیت کا نمونہ بنانے میں غفلت سے کام لیں گے تو ہم میں سے ایسے لوگوں کا خدائی وعید کے بموجب ایک ہولناک انجام سے دوچار ہونا ضروری ہے۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہولناک انجام سے آج سے بیس سال قبل نہایت زوردار الفاظ میں خبردار فرما دیا ہوا ہے۔ آپؓ نے اپریل ۱۹۴۹ء میں ربوہ میں منعقد ہونے والے پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر احمدی خواتین سے جو خطاب فرمایا تھا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ یہ تاریخی خطاب آپؓ نے احمدی خواتین کے جلسہ میں فرمایا تھا لیکن فی الاصل ساری جماعت کیا مرد اور کیا خواتین سب ہی اس میں مخاطب ہیں کیونکہ اولادوں کو احمدیت کا نمونہ بنانے کی ذمہ داری عورتوں کے ساتھ یکساں طور پر مردوں پر بھی عائد ہوتی ہے اور مردوں میں سے بھی علی الخصوص انصار اللہ پر۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس تاریخی خطاب کا ایک اہم اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والے اس اقتباس کو توجہ سے پڑھیں، حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"مَیں نے تم کو وقت پر ہوشیار کر دیا ہے خواہ اس وقت تم میری بات کو سمجھو یا نہ سمجھو ..... مَیں دیکھتا ہوں اور خدائی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے وہ جن کی اصلاح نہیں ہو گی وہ ذلیل کئے جائیں گے، وہ تباہ اور برباد کئے جائیں گے۔ پس جاؤ اور اپنے مردوں اور بچوں کی اصلاح کرو۔ اگر نہیں کرو گی تو تم اس کا عبرتناک انجام دیکھو گی۔ اولادیں اسلئے ہُوا کرتی ہیں کہ سُکھ کا موجب بنیں مگر ایسی اولادیں سُکھ کا موجب نہیں بلکہ ذلّت کا موجب ہوں گی۔ خاندان کی ترقی کا موجب نہیں بلکہ تنزل کا موجب ہوں گی۔

پس اپنی اصلاح کرو اور صحابیاتؓ کا نمونہ اپنے سامنے رکھو۔ اگر تمہارے خاوند اور بیٹے اور بھائی اور دوسرے رشتہ دار خدا تعالیٰ کی راہ میں"

مارے گئے تو وہ ابدی زندگی پائیں گے اور اگر جی چرائیں گے تو جیساکہ میں نے بتایا ہے ذلّت تمہارے سامنے کھڑی ہے اور وہ بہرحال تمہیں قبول کرنی پڑے گی۔ لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذلّت کو دُور کرنے کا سامان کر دیا ہے۔ دوسروں نے وہ روحانی لذّت حاصل نہیں کی جو تم نے حاصل کی ہے۔ تم نے خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ معجزات دیکھے ہیں، تم نے خدا تعالیٰ کے کئی نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، تم نے خدا تعالیٰ کی آیاتِ بیّنات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اگر اس کے بعد بھی تم نے اپنی اصلاح نہ کی اور تم نے اپنی اولادوں کو گرتے دیکھا تو تمہاری قسمت! اگر تم اپنے خاوندوں، اپنے باپوں، اپنے بھائیوں، اور اپنے بیٹوں کی اصلاح کر لو تو تم بھی یقیناً وہی ثواب پاؤ گی جو وہ پائیں گے..... پس موجودہ تکلیفیں جو قادیان کو چھوڑنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں اُن کو بھول جاؤ، اپنے عزائم کو بلند کرو اور (دین کے معاملہ میں) اپنی اولادوں میں جرأت اور بہادری پیدا کرو۔ اگر تم اُن میں جرأت اور بہادری پیدا کرو گی تو وہی عزّت پاؤ گی جو صحابیات رضی اللہ عنہن نے پائی اور تمہارے نام بھی قیامت تک عزّت کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے لیکن اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو تم اور تمہارے خاندان ذلیل کئے جائیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو بدل نہیں سکتی۔ خدا تعالیٰ تم کو اور ہم کو اس عذاب سے بچائے۔"

(مصباح بابت ماہ مئی ۱۹۵۰ء بحوالہ الازھار لذوات الخمار حصہ دوم صہ)

آخر میں صرف اتنی بات اور عرض کرنا ہے کہ اگرچہ نئی نسلوں کی تربیت یعنی بچوں کو احمدیت کا نمونہ بنانے کا کام بظاہر بہت مشکل نظر آتا ہے لیکن یہ ہرگز ہرگز محال نہیں ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلوں کے لئے بڑی بڑی خدائی بشارتیں ہیں۔ آخر آئندہ نسلوں میں ہی سے وہ لوگ پیدا ہونے مقدّر ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور

پھوٹے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔"
(تجلّیاتِ الٰہیہ)

ہمیں چاہیئے کہ ہم نئی نسلوں کو احمدیت کا نمونہ بنا کر انہیں اس عظیم الشان بشارت کا مصداق بنانے کی کوشش کریں۔ ان کا اس خدائی بشارت کا مصداق بننا یقینی ہے ضرورت صرف کوشش کی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہمیں تربیتِ اولاد کا فریضہ پوری جانفشانی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اپنے فضلِ خاص کے نتیجہ میں اس کا وہ نتیجہ ظاہر فرمائے جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے +

صالح اور متقی اولاد کی خواہش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادمِ دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے ..... صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بناوے تب اُس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات الصالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو وہ بڑی نامور اور مشہور ہو اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صا۳۷)

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اسلام کا خدا کسی پر اپنے فیض کا دروازہ بند نہیں کرتا

جو پورے زور سے اس کی طرف دوڑتے ہیں ان کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سید و مولیٰ فخر الانبیاء خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کی برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک امر پر بہتر گواہ ہے کہ وہ چیز جو اس کی راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلبِ سلیم تھا یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بجز خدائے عزّوجل کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا میں کسی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کسی حصہ عمر میں بجز خدائے عزّوجل کسی کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا۔ .... اور اس تپشِ محبت کی وجہ سے میں ہرگز کسی ایسے مذہب پر راضی نہیں ہوا جس کے عقائد خدا تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت کے برخلاف تھے یا کسی قسم کی توہین کو مستلزم تھے یہی وجہ ہے کہ عیسائی مذہب مجھے پسند نہ آیا کیونکہ اس کے ہر ایک قدم میں خدائے عزّوجل کی توہین ہے ..... اسی طرح ہندو مذہب جس کی ایک شاخ آریہ مذہب ہے وہ سچائی کی حالت سے بالکل گرا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک اس جہان کا ذرّہ ذرّہ قدیم ہے جس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں پس ہندوؤں کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے بغیر کوئی چیز ظہور میں نہیں آتی اور جس کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی ..... غرض میں نے خوب غور سے دیکھا کہ یہ دونوں مذاہب راستبازی کے مخالف ہیں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جس قدر ان مذاہب میں روکیں اور نومیدی پائی جاتی ہے میں سب کو اس رسالہ میں لکھ نہیں سکتا صرف بطور خلاصہ لکھتا ہوں کہ وہ خدا جس کو پاک روحیں تلاش کرتی ہیں اور جس کو پانے سے انسان اسی زندگی میں نجات پا سکتا ہے اور اس پر انوار الٰہی کے دروازے کھل سکتے ہیں اور اسکی کامل معرفت کے ذریعہ سے کامل محبت پیدا ہو سکتی ہے اُس خدا کی طرف یہ دونوں مذہب رہبری نہیں کرتے اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈالتے ہیں۔ ایسا ہی ان کے مشابہ دنیا میں اور مذاہب بھی پائے جاتے ہیں مگر یہ سب مذاہب خدائے واحد لاشریک تک نہیں پہنچا سکتے اور طالب کو تاریکی میں چھوڑتے ہیں۔

یہ وہ تمام مذاہب ہیں جن میں غور کرنے کے لئے میں نے ایک بڑا حصہ عمر کا خرچ کیا اور نہایت

دیانت اور تدبّر سے ان کے اصولوں میں غور کی مگر سب کو حق سے دُور اور مہجور پایا۔ ہاں یہ مبارک مذہب جس کا نام اسلام ہے وہی ایک مذہب ہے جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور وہی ایک مذہب ہے جو انسانی فطرت کے پاک تقاضاؤں کو پُورا کرنے والا ہے۔ ...... اسلام کا خدا کسی پر اپنے فیض کا دروازہ بند نہیں کرتا بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں سے بُلا رہا ہے کہ میری طرف آؤ۔ اور جو لوگ پُورے زور سے اس کی طرف دَوڑتے ہیں اُن کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔

سو مَیں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہُنر سے اس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اِس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو مَیں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچّے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصّہ پا سکتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۵۷ تا ۶۲)

" بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا مَیں نے افتراء کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا ہے غلط ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانے میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اُس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ مَیں عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یورپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری اِن باتوں کی سچائی معلوم کرلے گا۔

(اشتہار ص۱۶۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ کتاب البریّہ)

"جب تیرھویں صدی کا آخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تُو اِس صدی کا مجدّد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ:۔

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاۤؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔"

یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے قرآن سکھلایا اور اسکے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہُوا کہ تا تُو لوگوں کو بد انجام سے ڈراوے کہ جو بباعث پُشت در پُشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا اُن مجرموں کی راہ کُھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہِ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہدے کہ مَیں مامور من اللہ اور اوّل المؤمنین ہوں۔" (کتاب البریہ حاشیہ ص۲۰۱) *

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَلَامَالَ فِی الدُّنْیَا کَقَلْبٍ یَّتَّقِیْ

(اور دنیا میں کوئی مال پرہیز گار دل کی طرح نہیں)

وَوَاللّٰہِ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ وَّ مُحِبُّہٗ   أَأَنْتَ عَلَیْنَا بَابَ ذِی الْمَجْدِ تُغْلِقِ

اللہ کی قسم میں مومن اور محبِّ خدا ہوں ۔ اے مخاطب! کیا تُو ہم پر خدا تعالیٰ کا دروازہ بند کرتا ہے

وَتَذْکُرُنِیْ کَالْمُفْسِدِیْنَ مُحَقِّرًا   تَقُوْلُ فَقِیْرٌ مُّفْلِسٌ بَلْ کَمُدْحَقِ

اور مجھے تحقیر سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک محتاج، مفلس بلکہ ایک ایسے آدمی کی طرح ہے جو بالکل بے نصیب ہو

اَتَفْخَرُ یَا مِسْکِیْنُ مِنْ قِلَّۃِ النُّھٰی   بِمَالٍ وَّ اَوْلَادٍ وَّ جَاہٍ وَّ نُمْشُتُقِ

اے مسکین کیا کم عقلی کی وجہ سے تُو مال اور اولاد اور مرتبہ اور نوکروں چاکروں پر فخر کرتا ہے۔

وَمَا الْفَخْرُ اِلَّا بِالتُّقَاۃِ وَبِالْھُدٰی   وَلَامَالَ فِی الدُّنْیَا کَقَلْبٍ یَّتَّقِیْ

اور فخر محض پرہیز گاری کے ساتھ ہے ۔ اور دُنیا میں کوئی مال پرہیز گار دل کی طرح نہیں۔

تَسُبُّ وَقَدْ شَاھَدْتَ صِدْقِیْ وَاٰیَتِیْ   وَاِنَّ الْفَتٰی بَعْدَ الْبَصِیْرَۃِ یَعْتَقِیْ

تُو مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ میرا صدق اور میری شان دیکھ چکا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کامل انسان نشان دیکھنے کے بعد بُری باتیں کہنے سے رُک جاتا ہے

عَلٰی رَأْسِ مِائَۃٍ بُعِثَ رَجُلٌ مُّجَدِّدٌ   حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ لَا کَقَوْلٍ مُّلَفَّقِ

صدی کے سر پر ایک مجدّد آیا۔ یہ حدیث صحیح ہے کوئی بناوٹی قول نہیں ہے۔

نَشَأْتُ اُحِبُّ الصِّدْقَ طِفْلًا وَّ یَافِعًا   وَکَھْلًا وَلَوْ مُزِّقْتُ کُلَّ الْمُمَزَّقِ

مَیں بچپن سے جوانی اور ادھیڑ عمر کے زمانہ تک سچائی سے محبت رکھتا رہا ہوں اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاؤں ۔

وَلَا یُفْلِحُ الْاِنْسَانُ اِلَّا بِصِدْقِہٖ   وَکُلُّ کَذُوْبٍ لَّا مَحَالَۃَ یُوْبَقِ

اور انسان محض صدق سے نجات پاتا ہے ۔ اور ہر دروغ گو آخر ہلاک ہوتا ہے۔

(درثمین عربی صفحہ ۲۷)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گم شدم آخر رخے آمد پدید

(جب مَیں اُس کی راہ میں فنا ہو گیا تو اُس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا)

او چو بر کسے مہربانی مے کند　　　از زمینی آسمانی مے کند

وہ خدا جب کسی پر مہربانی کرتا ہے　　　تو اُسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے

عزتش بخشد ز فضل و لطف و جود　　　مہر و مہ را پیشش آرد در سجود

اپنے فضل اور لطف وکرم سے اُسے عزت بخشتا ہے　　　سورج اور چاند کو اُس کے سامنے سجدہ میں گراتا ہے

من نہ از خود ادّعائے کردہ ام　　　امرِ حق شد اقتدائے کردہ ام

مَیں نے اپنے پاس سے دعویٰ نہیں کیا　　　بلکہ خدا کے حکم کی پیروی کی ہے

کارِ حق است ایں نہ از مکرِ بشر　　　دشمنِ ایں دشمنِ آں دادگر

یہ خدا کا کام ہے نہ کہ انسان کا مکر　　　اِس کا دشمن اُس فریاد کو سننے والے خدا کا دشمن ہے

آں خدا کیں عاجزے را چیدہ است　　　رحمتش در کوئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے　　　اُس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے

مردم و جاناں پس از مردن رسید　　　گم شدم آخر رخے آمد پدید

جب مَیں اُس کی راہ میں مر گیا تو مرنے کے بعد میرا معشوق آ گیا　　　جب مَیں اُس کی راہ میں فنا ہو گیا تو اُس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا

من ندارم مایۂ کردار ہا　　　عشق بجوشید و ازو شد کارہا

میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں　　　بلکہ عشق کا جوش تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے

(سراج منیر)

توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز وَتُبْ عَلَيْنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ آیت ۱۲۹) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"شرع میں اور اسلامی اصطلاح میں توبہ کے معنوں میں چار باتیں پائی جاتی ہیں:-

۱۔ گناہ کو ترک کر دینا۔ مثلاً جس شخص کو جھوٹ کی عادت ہو وہ ایک گناہ کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے جھوٹ کو چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے۔ یہ اس کا ایک پہلو ہے۔

۲۔ یہ کہ گناہ پر ندامت کا احساس پیدا ہو جانا۔ ہر آدمی ہر وقت تو جھوٹ نہیں بولتا۔ لیکن اگر ایک شخص ایک لمبے عرصہ تک تو جھوٹ نہیں بولتا مثلاً چھ مہینے اس نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تو ترکِ گناہ تو ہوا (اس چھ ماہ میں) لیکن توبہ نہیں ہوئی کیونکہ ترکِ گناہ کے علاوہ توبہ میں گناہ پر ندامت کے احساس کا پیدا ہو جانا بھی ضروری ہے۔

۳۔ یہ کہ عزم یہ ہو کہ میں اس گناہ کی طرف لوٹوں گا نہیں۔ یعنی پورے عزم کے ساتھ گناہ کو چھوڑنے والا ہو۔

۴۔ یہ کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا تدارک بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً کسی کے سو روپے مارے ہوئے ہیں تو توبہ کے صرف یہ معنے نہیں ہوں گے کہ آئندہ لوگوں کا مال مارنے سے توبہ کر لی۔ احساسِ ندامت کے ساتھ اور اس عزم کے ساتھ کہ میں کبھی بھی ایسے گناہ کی طرف نہیں لوٹوں گا قوت ہونے کے باوجود وہ سو روپے ادا نہ کرے (حالانکہ وہ اتنا غریب نہیں کہ سو روپیہ ادا نہ کر سکے) تو پھر بھی وہ توبہ نہیں ہے۔

ان ہر چہار باتوں کے کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے سے قوت حاصل کریں کیونکہ گناہ کا چھوڑنا خدا تعالیٰ سے حاصل کردہ قوت کے بغیر ممکن نہیں، گناہ پر ندامت کے احساس کا پیدا ہونا اُس کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے۔ رہا باقی رہا عزم! تو انسان کے اندر کیسے یہ ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بغیر، اللہ تعالیٰ سے طاقت

حاصل کئے بغیر یہ عزم کرسکتا ہوں، پختہ ارادہ کرسکتا ہوں کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ پس اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی توفیق کی ضرورت ہے۔ اور جس حد تک ممکن ہو تدارک کرنا، اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے قوّت اور طاقت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ طاقتیں اور قوتیں استغفار کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہیں۔ خدا کا بندہ اپنے رب کو تمام طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ سمجھتا ہے اور اپنے اندر اپنی کوئی طاقت اور قوّت نہیں پاتا اور نہ دیکھتا ہے۔ اس لئے ہر کام کرنے سے پہلے وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا اور استغفار کرتا ہے اور اپنے رب سے کہتا ہے کہ اے خدا! جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے اور تمام قوتوں کا منبع ہے، مجھے وہ توفیق اور طاقتیں اور استعداد دیں عطا کر کہ مَیں بُرائیوں کو کلّیۃً چھوڑ دوں اور نیکیوں پر حقیقۃً قائم ہو جاؤں۔ تو اِس معنے میں پہلے استغفار ہے اور بعد میں توبہ۔ توبہ استغفار کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اِس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی بسط سے روشنی ڈالی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم ہے۔ کیونکہ استغفار مدد اور قوّت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوّت دے دے گا اور پھر اس قوّت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوّت پیدا ہو جاوے گی جس کا نام تُوْبُوْا اِلَیْہِ ہے۔ اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے۔ غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوّت نہ پائے گا کیا کر سکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوّت مرجاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہو گا يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ہود آیت ۴)۔ سُنّت اللہ اِسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پالو گے۔ ہر ایک شخص کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارج ترقی کو حاصل کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۸)

آپؑ نے فرمایا کہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے جس حد تک تمہارے لئے ممکن ہے روحانی رفعتوں کو حاصل کرو اور استغفار اور توبہ کے ذریعہ سے ان کو حاصل کر لو۔

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے کہ استغفار کی درخواست کے اصل معنے یہی ہیں کہ وہ اِس لئے نہیں ہوتی کہ کوئی حق فوت ہو گیا ہے بلکہ اِس خواہش سے ہوتی ہے کہ کوئی حق فوت نہ ہو، اور انسانی فطرت اپنے تئیں کمزور دیکھ کر طبعاً خدا سے طاقت طلب کرتی ہے ..... اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہو کر انسان اعلیٰ درجہ کے مقامِ عصمت پر اور مرتبۂ شفاعت پر تب ہی پہنچ سکتا ہے کہ جب اپنی کمزوری کو روکنے کے لئے اور نیز دوسروں کو گناہ کی زہر سے نجات دینے کے لئے ہر دم اور ہر آن دعا مانگتا رہتا ہے اور تضرّعات سے خدا تعالیٰ کی طاقت اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے جو بوسیلۂ ایمان اس سے پیوند پیدا کرتے ہیں۔ معصوم انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی قوّت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوّت پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی کامل روشنی نہیں رکھتی بلکہ خدا سے اُس پر روشنی اُترتی ہے۔ اس میں اصل راز یہ ہے کہ کامل فطرت کو صرف ایک کشش دی جاتی ہے تاکہ وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے۔ اِسی خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں اور ایسا ہی انسانِ کامل بھی اِسی سرچشمۂ طاقت سے عبودیّت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت اور فضل کی طاقت کھینچتا ہے ..... پس استغفار کیا چیز ہے، یہ اُس آلہ کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اُترتی ہے۔ تمام رازِ توحید اِسی اصول سے وابستہ ہے کہ صفتِ عصمت کو انسان کی ایک مستقل جائداد قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کے حصول کے لئے محض خدا کو سرچشمہ سمجھا جائے۔"

(ریویو آف ریلیجنز اُردو جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۰)

جب اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ سے طاقت حاصل کر لیتا ہے، تب وہ توبہ کی توفیق پاتا ہے اور تب اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی توبہ قبول

ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی لئے فرماتے ہیں :-

"پس اُٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔ اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن جو شخص ظلم اور تعدّی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اُس کو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے، تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلدی راضی کرلو۔ اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے .... تم خدا سے صلح کرلو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے۔ ایک دم کی گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔ اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے کریم و رحیم! ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین۔"

(لیکچر لاہور صفحہ ۲۸)

محبّتِ الٰہی معرفت پر موقوف ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ایمان کا قوی ہونا یا اعمالِ صالحہ کا بجا لانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق قدم اُٹھانا یہ تمام باتیں معرفتِ کاملہ کا نتیجہ ہیں۔ جس دل کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا وہ دل ایمانِ قوی اور اعمالِ صالحہ سے بھی بے نصیب ہے۔ معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کی محبّت دل میں جوش مارتی ہے ...... پس معلوم ہوا کہ تمام محبّت اور خوف معرفت پر موقوف ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۴)

سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض

(مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد۔ ربوہ)

دنیا میں سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض کیا ہے؟ اس بے حد اہم اور ضروری سوال کا نہایت مختصر مگر نہایت لطیف جواب سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے یہ ہے کہ:-

"اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ عہدِ نبوت پھر آجاوے اور تقویٰ اور طہارت پھر قائم ہو۔" (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۷۸)

حضرت اقدس علیہ السلام نے اس چھوٹے سے فقرے میں جو اپنے اندر جامعیت کا اعجازی رنگ رکھتا اور شانِ مسیحیت و مہدویت کا حامل ہے تحریکِ احمدیت کی بنیاد کے روحانی پس منظر پر ایسی بلیغ روشنی ڈالی ہے کہ اس کی تفصیل و تشریح پر غور کرتے ہوئے جب ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ملفوظات اور روح پرور تحریرات کا مطالعہ کرتے ہیں تو بلا مبالغہ ہمیں **معرفت کا ایک** دریا بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور قیامِ سلسلہ احمدیہ کے متعدد اغراض و مقاصد کی نشان دہی ہوتی ہے:

پہلی غرض:- صحابہؓ کے رنگ میں رنگین جماعت کا قیام۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے اِس مبارک زمانہ میں چاہا ہے کہ اُس کا جلال ظاہر ہو ... جس طرح پہلے صحابہؓ کے زمانہ میں چاروں صفات کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوئی تھی اب پھر وہی زمانہ ہے اور ربوبیت کا وقت آیا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۹۲)

نیز حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے اپنے رسول مقبولؐ کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ اسلامی اخوت کی رُو سے سچ مچ عضوِ واحد کی طرح ہوگئی تھی اور اُن کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوارِ نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھیں سو یہ

بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے فحش، بُت پرستی کرنے والے، کامل خداپرستی تک پہنچ گئے اور ہردم دنیا میں غرق رہنے والے محبوبِ حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اُس کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہا دیا۔ یہ دراصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔ سو اسی بنا پر یہ عاجز اِس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔" (فتح اسلام ص۳۸)

دوسری غرض :۔ خالص توحید کا قیام۔ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدائی توحید کو دوبارہ دنیا میں قائم کروں کیونکہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدا کی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بُت پرستوں کے دلوں میں قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے رُوح القدس کی مدد دی گئی ہے۔"

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص۷)

تیسری غرض :۔ حقیقی اسلام کی چہرہ نمائی۔ اِس بارے میں حضور علیہ السلام نے بالوضاحت لکھا ہے کہ :۔

"اِس حقیقتِ اسلام کو اور اصل تعلیم کو جس کی تفصیل کی گئی ہے آجکل کے مسلمان بھول گئے ہیں اور اسی بات کو پھر قائم کر دینا ہمارا کام ہے۔ اور یہی عظیم الشان مقصد ہے جس کو لیکر ہم آئے ہیں۔" (احمدی اور غیر احمدی میں فرق ص۱۴)

نیز فرماتے ہیں :۔

"اس نے مجھے اِس صدی پر مامور کرکے بھیجا ہے تاکہ مَیں اسلام کو زندہ کروں۔"

(ملفوظات جلد سوم ص۱۴۵)

پھر فرماتے ہیں :۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔" (فتح اسلام ص۱۶-۱۷)

چوتھی غرض :۔ تبلیغِ اسلام۔ سلسلہ احمدیہ کی اِس بنیادی غرض پر حضور نے نہایت زور پر زور

الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں :۔

"یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچاوے کہ تمام مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے اور دار النجاۃ میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صـ۱۳۲)

پانچویں غرض :۔ دینِ واحد پر عالمگیر اجتماع۔ حضور "الوصیت" میں فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اِس مقصد کی پَیروی کرو مگر نرمی، اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے۔"

چھٹی غرض :۔ اسلامی تعلیم کی تاثیرات کا عملی ظہور۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ مَیں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اس کی تاثیروں کو دکھاؤں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صـ۴۳۸)

ساتویں غرض :۔ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا بھاری ثبوت آسمانی نشانوں اور سماوی برکتوں سے دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"دینِ حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ ..... مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا مَیں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے غیر مذاہب والے ... عاجز ہیں۔ مَیں ہر یک ..کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علومِ حکمیہ اور اپنے معارفِ دقیقہ اور بلاغتِ کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے۔ موسیٰؑ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔"

(ضمیمہ انجام آتھم)

حضور علیہ السلام اِس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ایک اَور جگہ فرماتے ہیں :۔

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی رُوحو جو مشرق

اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی رُوحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔" (تریاق القلوب ص)

آٹھویں غرض :۔ قلعۂ محمدی پر ہونے والے حملوں کا دفاع - سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت قلعۂ محمدی پر چاروں طرف سے جو بے پناہ حملے ہو رہے تھے ان کا دردانگیز نقشہ حضرت مسیح موعودؑ سے بڑھ کر بھلا کون کھینچ سکتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید ÷ دینِ حق بیمار و بےکس ہمچو زین العابدین

ان حملوں کا دفاع روزِ اوّل سے جماعتِ احمدیہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ چنانچہ اسلام کے فتح نصیب جرنیل حضرت امام الزمان علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ :۔

(۱) "خدائے تعالیٰ نے .... مجھے بھیجا ہے تاکہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۵۱)

(۲) "ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اُتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۵۹-۶۰)

نویں غرض :۔ غلبۂ اسلام و عظمتِ قرآن - جماعت احمدیہ کے معرضِ وجود میں آنے کی نویں بنیادی غرض یہ ہے کہ اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر مکمل اور عالمگیر غلبہ نصیب ہو اور ایک ہی خدا ہو اور ایک ہی پیشوا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"آہ میں تم کو کیونکر دکھاؤں جو اسلام کی حالت ہو رہی ہے۔ دیکھو میں پھر کھول کر کہتا ہوں

کہ یہی بدر کا زمانہ ہے۔ اسلام پر ذلّت کا وقت آچکا ہے مگر اب خدا نے چاہا ہے کہ اس کی نصرت کرے۔ چنانچہ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ مَیں اسلام کو براہین اور حجج ساطعہ کے ساتھ تمام ملّتوں اور مذہبوں پر غالب کر کے دکھاؤں۔"

(ملفوظات جلد دوم صـ۱۹۲)

اسلام کو دلائل اور براہین کے ساتھ غالب کرنے کے معنی کیا ہیں؟ اس کی وضاحت سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں عرض ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:۔

"اس عظیم الشان مقصد کے یہ معنے بن جاتے ہیں کہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے دلائل اتنی طاقت پکڑ جائیں کہ مسلمانوں کے ساتھ باتیں کرتے وقت کنّی کترانے لگیں... آج کا یورپ زدہ مسلمان یورپ کی ڈیماکریسی کو دیکھ کر کہتا ہے کہ قرآن سے بھی کچھ کچھ ایسے ہی اصول ثابت ہوتے ہیں اور یہ خوبی ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ یہ اپالوجی (APOLOGY) ہے جو آج کا مسلمان پیش کر رہا ہے اور یہ اسلام کے لئے فخر کا دن نہیں۔ اسلام کے لئے فخر کا دن وہ ہوگا جب یورپ اور امریکہ میں یہ کہا جائے گا کہ یہ اسلامی پردہ جو مسلمان پیش کرتے ہیں اس کی کچھ کچھ انجیل سے بھی تائید ہوتی ہے اور ہمارے مسیحؑ نے بھی جو فلاں بات کہی ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے اس قسم کا پردہ ہونا چاہیئے۔ ..... جس دن یورپ اور امریکہ کے گرجوں میں کھڑے ہو کر ایک پادری اپنے مذہب کی اس رنگ میں خوبیاں بیان کرے گا وہ دن ہوگا جب ہم کہیں گے کہ آج اسلام دنیا پر غالب آگیا..... یہ ہوگا اسلام کا غلبہ اور یہ ہوگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دن۔ وہ دن ہوگا جب دو ارب چالیس کروڑ کی دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان نہیں ہوگا بلکہ دو ارب مسلمان ہوگا اور چالیس کروڑ غیر مذاہب کا پَیرو ہوگا۔" (الفضل ۲۱ر مارچ ۱۹۶۲ء)

پھر حضورؓ اس انقلاب انگیز تصوّر کی ایک عجیب مثال دیتے ہیں کہ:۔

"فرض کرو پاکستان کسی وقت اتنی طاقت پکڑ جائے کہ وہ حملہ کرے اور سارے امریکہ کو فتح کر لے اور امریکہ کے لوگ ہمیں ٹیکس دینے لگ جائیں لیکن امریکہ کا آدمی اسلام اور قرآن پر (معاذ اللہ) لعنتیں ڈالتا ہو تو یہ بڑی فتح ہوگی یا یہ کہ امریکہ آزاد رہے لیکن امریکہ کے ہر گھر میں رات کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجکر

سونے والے لوگ پیدا ہو جائیں۔" (الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۶۲ء)

دسویں اور آخری بنیادی غرض :- عرفانِ الٰہی کا حصول

آج بیسویں صدی کا سائنسدان اپنی اس کامیابی پر پھولا نہیں سماتا کہ انسان چاند تک جا پہنچا ہے اور اب وہ مریخ، عطارد، مشتری وغیرہ پر کمندیں ڈالنے کی فکر میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں بلکہ بے شمار برکتیں اور رحمتیں ہوں بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کہ قریباً پون صدی پیشتر جبکہ تسخیرِ کائنات کی موجودہ مہم ابھی بالکل ابتدائی مراحل میں تھی اور ابھی راکٹ تو کیا ہوائی جہاز کی ایجاد بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضور نے مشرقی اور مغربی، قدیم اور جدید دنیا کے سامنے یہ پُرشوکت اور ولولہ انگیز آواز بلند کی کہ میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ مَیں اس زمین کے سب رہنے والوں کو آفتاب و ماہتاب کے خالق تک پہنچا دوں۔ چنانچہ حضور نے پوری شان سے فرمایا :-

" خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ مَیں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صہ ۵۲)

نیز فرمایا :-

" ہماری بعثت کی علّتِ غائی بھی تو یہی ہے کہ رستہ منزلِ جاناں کے بھولے بھٹکوں، دل کے اندھوں، جذامِ ضلالت کے مبتلاؤں، ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والوں، کور باطنوں کو صراطِ مستقیم پر چلا کر وصالِ ذاتِ ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے اور عرفانِ الٰہی کے اس نقطۂ انتہائی تک ان کو پہنچایا جاوے تاکہ اُن کو حیاتِ ابدی و راحتِ دائمی نصیب ہو اور جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ لے کر مست و سرشار رہیں۔"

(ملفوظات جلد ششم صہ ۱۸۹)

اب بالآخر مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے خدا نما، ایمان پرور اور زندگی بخش کلمات پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضور جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل کی خبر دیتے اور صدائے ربّانی بن کر ارشاد فرماتے ہیں :-

" خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور

تعلق باللہ ✓

تعلق باللہ ✓

تجلیات رحمانیہ ✓

سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پُورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سُننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔" (تجلّیاتِ الٰہیہ ص۱)

ے قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

"میرے آنے کی غرض"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوّت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دُنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

"آسمان سے دُودھ اُترا ہے محفوظ رکھو!"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

مجازی استعمال میں دُودھ سے کیا مراد ہوتی ہے اِس کا پتہ اِس حدیث سے ملتا ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ اِسراء کے متعلق حضرت انس رضؓ سے مروی ہے اور ابن جریر نے اسے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس میں بیان شدہ واقعاتِ اِسراء کو سب سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے:-

"جب جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لائے تو اُس نے اپنی دُم ہلائی یعنی کچھ انکار کیا۔ تو اُسے جبرائیلؑ نے کہا آرام سے کھڑا رہ اے براق۔ خدا کی قسم تجھ پر ایسا سوار کبھی نہیں بیٹھا۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چڑھ کر روانہ ہوئے تو راستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا راستہ میں ایک جانب کھڑی ہے تو آپؐ نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا چلئے چلئے اے محمدؐ! (یعنی موسےٰؑ کی طرح سوال کرنے سے منع کیا)۔ راوی کہتا ہے پھر آپؐ چلے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص راستہ کی ایک جانب سے آپؐ کو بُلا رہا ہے اور کہتا ہے کہ اِدھر آ اے محمدؐ۔ اس پر جبرائیلؑ نے پھر آپؐ کو لوٹنے سے منع کیا اور کہا کہ اے محمدؐ چلئے چلئے اور کچھ جواب نہ دیجئے۔ پھر آپؐ آگے چلے جتنا کہ خدا کی مرضی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کچھ لوگ ملے تو انہوں نے کہا السّلام علیک یا اوّلُ۔ السّلام علیک یا آخِرُ۔ السّلام علیک یا حاشِرُ۔ اس پر جبرائیلؑ نے کہا اے محمدؐ ان کو سلام کا جواب دیجئے۔ تو آپؐ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ پھر آپؐ کو ایسی ہی ایک اور جماعت ملی۔ اُس نے بھی پہلی جماعت کے الفاظ میں آپؐ کو سلام کیا۔ (پھر آپؐ آگے چلے) یہاں تک کہ آپؐ بیت المقدس تک پہنچے تو آپؐ کے سامنے جبرائیل نے تین پیالے پیش کئے۔

ایک پانی کا، ایک دُودھ کا اور ایک شراب کا۔ آپؐ نے دُودھ لے کر پی لیا تو آپؐ کو جبرائیلؑ نے کہا۔ آپ نے فطرتِ صحیحہ کو پالیا۔ اگر آپ پانی پی لیتے تو آپ بھی غرق ہوتے اور آپ کی اُمت بھی غرق ہوتی۔ اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ بھی گمراہ ہوتے اور آپ کی اُمت بھی گمراہ ہوتی۔ پھر آپؐ کے سامنے آدم اور باقی انبیاء لائے گئے اور اس رات اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ کو جبرائیلؑ نے کہا کہ جو بڑھیا آپ نے راستہ کے ایک جانب دیکھی تھی وہ دُنیا تھی اور اس کی عمر سے اسی قدر باقی ہے جو کہ اس بُڑھیا کی عمر سے باقی ہے۔ اور جو شخص راستہ سے ہٹ کر آپ کو بُلاتا تھا تا آپ اُس کی طرف مائل ہوں وہ خدا کا دشمن ابلیس تھا اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کو السّلام علیک کہا وہ ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ وغیرہم تھے۔"

(ماخوذ از تفسیر کبیر زیر تفسیر سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رؤیا یا کشف میں جبرائیل علیہ السلام نے دُودھ کے معنے فطرتِ صحیحہ بتائے۔ علامہ ابن سیرین رؤیا میں دُودھ دیکھنے کی تعبیر یہ کرتے ہیں کہ ایسا دیکھنے والا اسلام کی فطرت (یعنی فطرتِ صحیحہ) اور حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت پر قائم ہے۔ اور دودھ پینے کی تعبیر یہ کی ہے کہ ایسا شخص بھلائی پائے گا اور اس کا دین اچھا رہے گا۔

گویا دُودھ فطرتِ صحیحہ کی نشوونما اور سُنّتِ نبویؐ پر قائم ہونے اور بھلائی پانے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ ذریعہ علومِ الٰہیہ یا روحانی علوم ہوتے ہیں اور انہی کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہام میں دُودھ کہا گیا ہے۔ رُوحانی علوم کی اصل غرض معرفت اور محبّتِ الٰہی بخشنا ہوتی ہے۔

سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام سے مراد یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ وہ روحانی علوم نازل فرمائے ہیں جو ہماری فطرتِ صحیحہ کی نشوونما اور معرفت اور محبتِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ ہم اِن روحانی علوم کو محفوظ رکھیں اور ان سے صحیح رنگ میں فائدہ اُٹھائیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ روحانی علوم کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قرآن کریم اور ہمارے آقا و سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی جس کو یہ علوم دیئے جاتے ہیں وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل دیئے جاتے ہیں۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد یہ شرف سب سے زیادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بخشا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب روحانی علوم سے بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپؑ کے کلام میں ایسی قوت اور شوکت اور تاثیر رکھی ہے کہ پڑھنے والے کا دل پکڑا جاتا ہے۔ اس کلام کا ایک ایک لفظ معرفت اور محبتِ الٰہی کے چشمہ سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں روحانی زندگی بخشنے کی طاقت رکھی ہے۔ وہ خالص دُودھ نظر آتا ہے جو خدا کی طرف سے آیا۔ کون ہے جس نے یہ دُودھ پیا اور اُس کی رُوح محبتِ الٰہی سے نہ بھڑک اُٹھی اور وہ گناہ کی آلودگی سے نہ نکالا گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مامور کے طفیل اپنے عاجز اور نالائق بندوں پر بھی رحم وکرم فرماتا ہے۔ اس عاجز نے قریباً بیس برس کی عمر میں جب یہ عاجز کالج میں زیرِ تعلیم تھا خواب میں دیکھا کہ کسی نے اس عاجز کو دُودھ کا ایک گلاس دیا۔ اِس عاجز نے وہ دُودھ پیا تو وہ ایسا لذیذ تھا کہ سارے جسم میں اس کی لذت سرایت کر گئی اور بیداری کے بعد بھی وہ لذت سارا دن قائم رہی۔ یہ گویا تحریص تھی کہ لذت کو تلاش کیا جائے چنانچہ انہی ایام میں اِس عاجز نے قرآن کریم پر غور کرنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ شروع کیا تو بسا اوقات وہی لذت پیدا ہوتی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ کوئی تین سال کا عرصہ ہوا تب بھی اِس عاجز نے اسی قسم کی خواب دیکھی۔ یہ دونوں خوابیں میری کاپی میں درج ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روحانی علوم کا کوئی حصہ کما حقہٗ بیان فرمانے سے نہیں چھوڑا۔ ایمانیات بھی اور اعمال بھی۔ ایمانیات میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل ایسے وافی اور شافی طور پر دیئے کہ فطرتِ سلیم رکھنے والا تمام شکوک وشبہات سے نجات پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ یعنی اس سے ایک سوال کرنا اور الفاظ میں اس کا جواب پانا اور پھر اسی کے مطابق واقعہ ہونا اللہ تعالیٰ کی ہستی کی سب سے بڑی اور انتہائی تسلی دینے والی دلیل ہے۔ اسے آپؑ نے نہایت شاندار طریق سے اپنا ذاتی تجربہ بتا کر بیان فرمایا۔ اسی طرح سے قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا رسول ہونے کو تمام اقوام کے لئے آپؑ نے نہایت روشن اور قوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا اور انیسویں صدی کے آخر میں دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج بھی دیا جسے آج تک کوئی منظور نہیں کر سکا۔ اسی طرح آخرت اور فرشتوں اور قضاء وقدر کے متعلق آپؑ نے سیر کن بحثیں کی ہیں۔ یہی حال اعمال کے حصہ کا ہے۔ عجیب عجیب دلنشیں پیرایہ میں آپؑ نے اعمالِ صالحہ اور اعمالِ قبیحہ کی تفاصیل بیان فرمائی ہیں۔ ایمانیات اور اعمال ہر دو کے متعلق آپؑ کی ایک کتاب کشتی نوح پڑھ لینی ہی کافی ہے۔ مگر آپؑ نے بہت سی اَور کتابوں میں ان چیزوں کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے جیسا کہ آئینہ کمالاتِ اسلام

اسلامی اصول کی فلاسفی، حقیقۃ الوحی، چشمہ معرفت، نزول المسیح، سیرۃ الابدال، علامات المقربین وغیرہ۔ بلکہ آپؑ کی ۸۰ کے قریب کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی ان علوم سے خالی نہیں۔ چنانچہ اس عاجز نے ایک ضخیم رجسٹر میں ان کتابوں کے اقتباسات لکھے ہوئے ہیں جنہیں پڑھ کر وجد طاری ہوتا ہے۔ نثر اور نظم دونوں میں آپؑ نے ان علوم کو اردو اور عربی اور فارسی زبان میں بیان کیا ہے۔ آپؑ کی نثر بھی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور نظم بھی۔ ان کو پڑھتے وقت انسان دودھ کے گھونٹ پیتا ہے۔ اسی اثر سے بچانے کے لئے غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں جادو بھرا ہوا ہے۔ جادو تو ان میں ضرور ہے مگر خدا کی طرف سے بھیجا ہوا جادو۔ کسی انسان کی طاقت نہیں کہ وہ اِس قسم کی عبارتیں لکھ سکے یا ایسے دلائل پیدا کر سکے یا تمام دنیا کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کے لئے اس طرح کھڑا ہو سکے۔

آپؑ کی کتابوں میں سے ان سب کے نمونے دیئے جائیں تو بہت لمبا مقالہ چاہتے ہیں۔ یہاں صرف تین چار عبارتیں بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں۔ ایمان کی طاقت اور اس کی برکتوں کے متعلق آپؑ مجموعی لحاظ سے فرماتے ہیں:-

"بھائیو! یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے۔ اور ایمان امورِ مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائقِ اشیاء مستور نہ ہوتیں تو ایمان نہ ہوتا۔ اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضائے الٰہی کا وسیلہ اور مراتبِ قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں جو خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دُکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے۔ کیا دنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہو جانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلافِ قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پا لیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتی ہیں۔ اور اَن ہونی باتیں ہو جاتی ہیں پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے

اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے۔ مومن اور محبوبِ حقیقی میں قوّتِ ایمانی دلّالہ ہے۔ یہ قوّت ایک مسکین، ذلیل اور مردود خلائق کو قصرِ مقدس تک جو عرشِ الٰہی ہے پہنچا دیتی ہے۔ اور تمام پردوں کو اُٹھاتی اُٹھاتی دلآرامِ ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ سو اُٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرّہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے۔ اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور رُوح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسبابِ عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ ایمانِ کامل کے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں۔ اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دنیا میں ہر یک ماتم زدہ ہے مگر ایمان دار۔ دُنیا میں ہر یک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔ اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں۔ کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں۔ سبحان اللہ کیا عجیب تجھ میں برکتیں ہیں۔ کیا ہی خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ تو آوے اور فلسفہ جاوے۔ وَلَا رَادَّ لِفَضْلِہٖ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام حاشیہ صفحہ ۲۷۰ تا ۲۷۲)

ایمان میں درجۂ یقین کیا ہے اور وہ کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اس کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:

"پس دُنیا میں سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ زندہ نشانوں کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے باقی لوگ اسی زندگی میں دوزخ میں گرے ہوئے ہیں۔ بھلا بتلاؤ کہ ظنّ بھی کچھ چیز ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ شاید یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ یاد رکھو گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دنیا کی بے جا عیاشیوں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر

پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق عادت کشش سے کھینچے جانا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ خدا سے پورے طور پر ڈرنا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پرواہ ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بُجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانے والو کہ ظلماتِ شک سے نورِ یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔ یقین کا ذریعہ تو خدا کا کلام ہے جو يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کا مصداق ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یوں تو ہر ہمو بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایک خدا کے قائل ہیں مگر خدا کا قائل وہی ہے جس کی یقین کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہی گناہ سے بچ سکتا ہے کہ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے۔ باقی سب قصے جھوٹے ہیں اور سب کفارے باطل ہیں۔ سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے تا لوگ ایمان لاویں اور ہلاک نہ ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم اس وقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہیئے اور وہ صدق و ثبات جو اس کی راہ میں دکھلانا چاہیئے وہ تم میں موجود ہے۔ تم خدائے عزّ و جلّ کی قسم کھا کر کہو کہ اس مُردار دنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہیئے کیا تم اسی صفائی سے ترک کر چکے ہو۔ اور جس اخلاص اور توحید اور تفرید سے خدائے واحد لاشریک کی طرف دَوڑنا چاہیئے کیا تم اسی اخلاص سے اُس کی راہ میں دَوڑ رہے ہو۔"

(نزول المسیح صلہ ۹۱ تا صلہ ۹۳)

" یقین اپنے نوروں کے سمیت آتا ہے۔ کوئی آسمان تک نہیں پہنچا سکتا ہے مگر وہی جو آسمان سے آتا ہے۔ اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے تو تم اُس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تمہارے لئے آیا۔ اے غافلو یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہیں سکتا اور اندرونی کدورتیں اور دل کی مہلک بیماریاں بغیر یقین کے دُور نہیں ہو سکتیں۔

جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقتِ اسلام۔ حقیقی اسلام سے شکل بدل جاتی ہے اور دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور سفلی زندگی مر جاتی ہے اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا خدا کے ذریعے سے ہی پہچانا جاتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح مکالمات کی حالت میں معرفت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا لطف اور رحم سے اس دعا کا جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعہ پر بیس بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریباً تمام رات یا قریباً تمام دن۔ اسی طرح پر ایک دعا کا جواب پانا اور جواب بھی فصیح تقریروں میں اور بعض دفعہ مختلف زبانوں میں اور بعض دفعہ ایسی زبانوں میں جن کا علم بھی نہیں اور پھر اس کے ساتھ نشانوں کی بارش اور معجزات اور تائیدوں کا سلسلہ۔ کیا یہ ایسا امر ہے کہ اس قدر مسلسل مکالمات اور مخاطبات اور آیاتِ بیّنات کے بعد پھر خدا کی کلام میں شک رہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ ایسا امر ہے کہ اس کے ذریعہ سے بندہ اِسی عالَم میں اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالَم اس کے لئے بلا تفاوت یکساں ہو جاتے ہیں اور جس طرح نُورہ کے استعمال سے یک دفعہ بال گر جاتے ہیں ایسا ہی اس نُور کے نزولِ جلال سے وحشیانہ زندگی کے بال جو جرائم اور معاصی سے مراد ہے کالعدم ہو جاتے ہیں اور انسان مُردوں سے بیزار ہو کر اس دِلآرام زندہ کا عاشق ہو جاتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ اور جیسا کہ تم دنیا کی چیزوں سے بے صبر ہو ویسا ہی وہ خدا کی دُوری پر صبر نہیں کر سکتا۔ غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلامِ قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو اپنا کلام اُس پر نازل کرتا ہے اور اپنے مکالمات کا اس کو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانوں سے اُس کو تسلّی دیتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اس پر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کلام ہے۔ تب وہ کلام قائم مقام دیدار کا ہو جاتا ہے۔ اُس روز انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ اَنَا الموجود

کی آواز سنتا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۹۴-۹۵)

پھر یقین کے متعلق ہی آگے فرماتے ہیں:۔

"اگر کسی دل میں خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے تو وہ یقین ضرور اُسے گناہ سے بچا لے گا۔ اور اگر وہ نہیں بچ سکا تو اُسے یقین نہیں۔ کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ سو وہ گناہ جو خدا سے دُور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اس کا اصل سبب عدمِ یقین ہے۔ کاش میں کس دُف کے ساتھ اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور مشیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے۔ خدا کو ڈھونڈنا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گندہ ہے اور مُردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے۔ اور وہ پَر جو آسمان کی طرف اُڑاتے ہیں وہ یقین ہی ہے۔ کوشش کرو کہ اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے۔ اور وہ مرکب یقین ہے جو تمہیں خدا تک پہنچائے گا۔ کس قدر اس کی تیز رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سورج سے آتی اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اس کی سرعتِ رفتار کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو..... گر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے اس کا جواب کوئی مجھ سے سُنے یا نہ سُنے مگر میں یہی کہوں گا کہ اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اُترتا ہے تو نئے سرے مُردوں کو قبروں میں سے نکالتا ہے..... خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلالہ ہے وہ اُترتا ہے اور خدا کا نور اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس پر وہ اپنے پورے کرشمہ اور پوری تجلی اور پوری ذاتی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اُترتا ہے اُس کو وہ آسمان پر لے جاتا ہے۔ غرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خدا تعالیٰ کے کلام کے اور کوئی سبیل نہیں۔" (نزول المسیح صفحہ ۹۶-۹۷)

یہ عبارتیں خود بتا رہی ہیں کہ یہ دُودھ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پھر وہ مقام بھی ہیں جہاں آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔ بس وہاں تو قلم میں ایک فوق الطاقت روانی اور زور پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر لفظ محبتِ الٰہی کی تصویر نظر آتا ہے۔ ان میں ایک خاص جذب اور تاثیر ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ محبتِ الٰہی آپؑ کی جان بلکہ جان کی جان ہے۔

اِسی قسم کے ایک اقتباس پر مَیں اِس مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم عاجز دل کو اِس دُودھ سے کامل طور پر سیراب ہونے اور اسے کما حقہٗ محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"غرض محبت سے بھری ہوئی یادِ الٰہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہٖ اس مسافر کی طرح وہ کرتے رہتے ہیں جو ایک دشتِ بے آب ودانہ میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اُس کی مَشک میں ہے۔ واہبِ مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا ہوا ہے جو محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلاء کا آخری مرتبہ ہے اور درحقیقت اس مرتبہ پر انسان کے لئے محبت سے بھری ہوئی یادِ الٰہی جس کا شرعی اصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے بلکہ وہ بار بار جسمانی روح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے علیحدہ ایک دم بھی بسر کرنا اپنی موت سمجھتا ہے اور اس کی رُوح آستانہ الٰہی پر ہر وقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اُسکا خدا ہی میں ہو جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ مَیں اگر طرفۃ العین بھی یادِ الٰہی سے الگ ہوا تو بس مَیں مرا۔ اور جس طرح روٹی سے جسم میں تازگی اور آنکھ اور کان وغیرہ اعضاء کی قوتوں میں توانائی آجاتی ہے اس مرتبہ پر یادِ الٰہی جو عشق اور محبت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی رُوحانی قوتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوتِ کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور کان خدا تعالیٰ کے کلام کو سُنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلیٰ اور اصفیٰ طور پر جاری ہو جاتا ہے اور رؤیا صادقہ بکثرت ہوتے ہیں جو فلقِ صبح کی طرح ظہور میں آجاتے ہیں اور

بباعث علاقہ صافیہ محبت جو حضرت عزت سے ہوتا ہے مبشر خوابوں سے بہت سا حصہ ان کو ملتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس مرتبہ پر مومن کو محسوس ہوتا ہے کہ خدا کی محبت اُس کے لئے روٹی اور پانی کا کام دیتی ہے۔ یہ نئی پیدائش اُس وقت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام تیار ہو چکتا ہے اور پھر وہ رُوح جو محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے مومن کے دل پر آ پڑتا ہے اور یک دفعہ طاقتِ بالا نشیمن بشریت سے بلند تر اس کو لے جاتی ہے۔ اور یہ مرتبہ وہ ہے جس کو رُوحانی طور پر خلقِ آخر کہتے ہیں اِس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی محبتِ ذاتی کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں رُوح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دُور کر دیتا ہے اور اس رُوح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حُسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک رُوحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور گندی زندگی کی کبودگی بکلّی دُور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی رُوح اُس کے اندر داخل ہو گئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اس رُوح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتی ہے اور محبتِ ذاتیہ ایک فوّارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ پر وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اُس پر کر دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سُرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے اُس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبتِ الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اُس کی زندگی موقوف ہوتی ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے اور اُس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس

سے اُس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اِس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اِس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اُس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنالیتا ہے۔ تب وہ اپنی رُوح سے نہیں بلکہ خدا کی رُوح سے دیکھتا اور خدا کی رُوح سے سُنتا اور خدا کی رُوح سے بولتا اور خدا کی رُوح سے چلتا اور خدا کی رُوح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اِس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی رُوح اُس پر اپنی محبتِ ذاتیہ کے ساتھ تجلّی فرما کر حیاتِ ثانی اُس کو بخشتی ہے۔ پس اُس وقت رُوحانی طور پر اُس پر یہ آیت صادق آتی ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

خدا کبھی سچّے مذہب کو ضائع نہیں کرتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کبھی سچّے مذہب کو ضائع نہیں کرتا اور اہلِ حق کو ہرگز نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا باغ ہے۔ اور کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہوگا کہ ایک شخص باغ لگا کر اپنے باغ کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہو جاوے۔ نہیں بلکہ اسکی آبپاشی شاخ تراشی اور حفاظت وغیرہ تمام امور کا جو اسکی سرسبزی اور شادابی کے لئے ضروری ہیں پورا اہتمام کرتا ہے۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ اپنے راستبازوں اور دی ہوئی صداقتوں کی تائید کے لئے ہمیشہ تازہ بتازہ تائیدات دیتا رہتا ہے جن کی روشنی میں صادق چلتا ہے اور شناخت کیا جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعثت کا ایک اہم مقصد

اطاعت گزار اور تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کا قیام

(مکرم اخوند فیاض احمد صاحب۔ لاہور)

حال ہی میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے تمام مَردوں، عورتوں اور بچّوں کو سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات یاد کرنے اور ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر ذہن نشین کر لینے کا تاکیدی ارشاد فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ کے اس ارشاد کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ کیونکہ سورۃ البقرہ کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے "متّقیوں" کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۱)

ترجمہ۔ "۔۔۔۔ یہی کامل کتاب ہے۔ اس (امر) میں کوئی شک نہیں۔ متّقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ اور جو (کچھ) ہم نے انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ (یقیناً) اُس ہدایت پر (قائم) ہیں جو اُن کے رب کی طرف سے آئی) ہے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔" (تفسیر صغیر)

ان آیات میں متّقیوں کی علامات کا ذکر ہے۔ اور یہ تمام علامات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متّبعین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیض اور برکت کی بدولت حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین میں پائی جاتی ہیں، دنیا میں اَور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

اِن آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کی بدولت ہی دنیا میں صحیح نظام قائم ہو سکتا ہے اور انسانوں کو ایک فعال اور مثبت اور بابرکت اور حقیقی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے والی اجتماعیت کی رُوح مل سکتی ہے۔ کیونکہ ان آیات میں "متقین" کی تمام علامات کا تعلق اجتماعی نیکیوں اور اجتماعی قربانیوں اور اُن کے نتیجہ میں ملنے والے اجتماعی انعام و برکات کے ساتھ ہے۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ اِن آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ اسلام کی نشأۃِ اولیٰ کے دَور میں متقیوں کی ایک خاص جماعت اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے وجود کے ذریعہ قائم فرمائی تھی اسی طرح اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے دَور میں بھی قرآن مجید کی ہدایات پر عمل کرنے والی متقیوں کی ایک جماعت کا از سرِ نو قائم کیا جانا مقدر تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نازل فرمایا۔ اور حضورؑ کے ذریعہ ایک دائمی سلسلۂ خلافت قائم فرما دیا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزاور آپؐ کے خلفاء کی اطاعت کا دم بھرنے والی متقیوں کی اس جماعت سے اللہ تعالیٰ دنیا میں آخری اور دائمی غلبۂ اسلام کی خاطر خاص خاص خدمات لیتا چلا جائے اور ہمیشہ متقیوں کو کافروں اور منافقوں کے مقابل خاص امتیاز بخشتا چلا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے۔۔۔۔۔ اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نُور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے۔ یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا، تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہو گا۔ اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں، تمہارے قویٰ کی راہیں، تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نُور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔"

حضورؑ ایک اَور مقام پر یہ فرماتے ہیں:۔

"متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اسکے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریاء، عُجب، حقارت، بُخل کے ترک میں پکا ہو۔ تو اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کر کے اُن کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروّت، خوش خلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ اِن باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے۔ اور جو لوگ اِن باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں۔ (یعنی اگر ایک ایک خُلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اُسے متقی نہ کہیں گے۔ جب تک بحیثیتِ مجموعی اخلاقِ فاضلہ اُس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی شخصوں کے لئے لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہے۔ اور اس کے بعد ان کو کیا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے وَ ھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اُن کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سُنتے ہیں۔ اُن کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے میں اُس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اُس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم)

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ ہم سب عاجز بندوں کو اپنی رضا اور اطاعتِ امام کی عاجزانہ راہوں پر چلنے اور ہم کو اور ہماری اولادوں اور آئندہ نسلوں کو زمرۂ متقین میں شامل ہونے کی محض اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا کرے۔ اٰمین اللّٰھم اٰمین

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین ۔

بچوّں کی تربیت کا بہترین ذریعہ!

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم-اے، قائد وقف جدید)

والدین اگر بچوں میں بچپن کے زمانے میں غلط رجحانات کی پرورش ہونے دیں اور بروقت اصلاح نہ کریں تو ان کی اولاد اکثر و بیشتر ساری عمر کجروی کا شکار رہتی ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رَوَد دیوار کج

لیکن اگر بچپن کے زمانے میں والدین اپنے نرم و نازک نونہالوں کا رُخ خدا، اُس کے رسولؐ اور اُس کے دین کی طرف پھیر دیں تو ساری عمر دینی رنگ اُن پر غالب رہتا ہے۔

بچوں کی دینی تربیت کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ابتداءِ عمر سے ہی ان کے دلوں میں یہ یقین راسخ کیا جائے کہ وہ خدا کے دین کے سپاہی ہیں جن کی مجاہدانہ کوششیں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کریں گی اور دنیا میں قرآن کریم کی تعلیم کا غلبہ ہو جائے گا۔

سو اپنے بچوں کے ہاتھ پر ہر ماہ نقدی رکھیں اور انہیں تحریک کریں کہ جاؤ امامِ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وقفِ جدید کے مالی جہاد میں شامل ہو کر اللہ کے دین کے ننھے مُنّے سپاہی بن جاؤ تا دینِ اسلام کو دنیا میں سر بلندی حاصل ہو۔

تمام امراء کرام و صدر صاحبان و ناظمین و زعماء انصار اللہ سے گزارش ہے کہ وہ جائزہ لیں کہ ان کی جماعت یا مجلس کا ہر فرد معمّر ترین بزرگ سے لے کر چند گھنٹوں تک کے طفل تک سب کے سب اس مالی جہاد میں شریک ہیں اور ہر ماہ اس میں ادائیگی بھی کر رہے ہیں۔

ہر جماعت میں ایک سیکرٹری وقفِ جدید مقرر ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر مجلس انصار اللہ میں ایک نائب زعیم برائے وقفِ جدید کا تقرر بھی ضروری ہے تا دونوں حضرات کے باہمی تعاون سے جماعت سو فیصد اس جہاد میں شامل ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ دینی خدمات بجا لانا اللہ تعالیٰ کے نزول کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح کام کرکے اس کی معیّن اعداد و شمار کے ساتھ مرکز میں رپورٹ ارسال کرنا دوہرے ثواب کا موجب ہوتا ہے۔

ہم ایک منظم جماعت کے افراد ہیں اور ہر کام تنظیم کے تحت کرنے کے عادی ہیں لہذا کام کی رپورٹ بروقت مرکز میں ارسال کرنا اشد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ اپنے دین کی خدمت بجالانے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔ ثمّ آمین وبرحمتك یا ارحم الرّاحمین۔

قائد وقف جدید
انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبّت کرتا ہے اسی واسطے علم تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اُس نے جگر نکال کر کسی کو دیدیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کیلئے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جبتک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے۔۔۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور کُل اثاث البیت لیکر حاضر ہوگئے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۵-۹۶)

سکنڈے نیویا میں اسلام کی روز افزوں ترقی پر چرچ کی پریشانی

"اسلام اب عیسائیت کی صدیوں پرانی مشنری جدّوجہد کا حساب چکا رہا ہے"

شمالی یورپ کے سکنڈے نیوین ممالک ناروے، سویڈن اور ڈنمارک خالصتہً عیسائی ممالک شمار ہوتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ آج سے کچھ عرصہ قبل تک وہاں کے تمام باشندے عیسائی تھے۔ وہاں یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی سکنڈے نیوین باشندہ غیر عیسائی بھی ہو سکتا ہے۔ "سکنڈے نیوین" اور "کرسچین" ہم معنی اور مترادف الفاظ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن یہ صدیوں پرانی صورتِ حال اب بدل چکی ہے۔ فی زمانہ یہ ضروری نہیں رہا ہے کہ ایک سکنڈے نیوین باشندہ لازمی طور پر عیسائیت کا پَیرو ہو۔ یہ نئی صورتِ حال ہر سکنڈے نیوین ملک کے چرچ کے لئے انتہائی پریشان کُن ہے۔ وہاں پہلے ہر ملک میں چرچ کو کُلّی اقتدار کے حامل ایک مذہبی ادارے کے طور پر جو مرکزی حیثیت حاصل تھی وہ اس کے اپنے نقطۂ نگاہ سے معرضِ خطر میں پڑ چکی ہے۔ خطرہ کی بظاہر خفیف نوعیت اُس کے لئے اطمینان کا موجب نہیں ہے اور اس لئے نہیں ہے کہ ہر خطرہ ابتداء میں خفیف نوعیت کا ہی حامل ہوتا ہے لیکن اگر اُس کا سدِّباب انسانی طاقت سے باہر ہو تو پھر وہی خطرہ بڑھتے بڑھتے جان لیوا ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہی وہ احساس ہے جو وہاں ہر ملک کے چرچ کے لئے پریشانی کا موجب بنا ہوا ہے اور اُس کی اس پریشانی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

چرچ کو بشدّت محسوس ہونے والا خطرہ کیا ہے؟ وہ فی الاصل خطرہ ہے ہی نہیں۔ وہ تو اہلِ سکنڈے نیویا کے لئے سراسر رحمت ہے البتہ چرچ کو خود اپنے وجود کے لئے اس میں خطرہ نظر آ رہا ہے۔ اور اگر دیکھا جائے تو اس کے لئے خطرہ کا یہ احساس بے بنیاد نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ وہاں ۱۹۵۶ء میں احمدیہ مشن کے قیام کے بعد سے سکنڈے نیویا کی تاریخ میں پہلی بار اسلام پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اُس وقت سے اب تک ناروے، سویڈن اور ڈنمارک تینوں ملکوں میں نومسلم احمدیوں کی نہایت مخلص، مضبوط اور سرگرم و فعّال جماعتیں معرضِ وجود میں آ چکی ہیں۔ جماعت

احمدیہ کے مخلص و جانباز پاکستانی مبلغین اسلام کے علاوہ جناب عبدالسلام میڈسن، جناب محمود ایکن اور جناب نور احمد بولستاد ایسے فدائی قسم کے نومسلموں نے وہاں تبلیغ و اشاعت اسلام اور عیسائیت کی بجائے حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین متین کی سربلندی کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ ڈینش زبان میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ شائع ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے جس کی وجہ سے اسلام میں اہل ڈنمارک کی دلچسپی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں ایک عالی شان مسجد یعنی "مسجد نصرت جہاں" تعمیر ہو چکی ہے۔

سکنڈے نیویا میں اسلام کی یہ روز افزوں ترقی ان ممالک کے چرچ کے لئے انتہائی پریشان کن ہے۔ وہ بھلا اسلام کی اس روز افزوں ترقی اور اہل سکنڈے نیویا کی اسلام میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کو خود اپنے وجود کے لئے ایک عظیم خطرہ کیوں تصور نہ کرے۔ وہ اس "خطرہ" کو بھانپ چکا ہے اور اندر ہی اندر اس سے حد درجہ خائف ہے۔

ابتداء میں تو ان ممالک کے چرچوں نے احمدیہ مشن کے قیام کو چنداں اہمیت نہ دی تھی لیکن جب ان ممالک میں جماعت احمدیہ کے سب سے پہلے مبلغ اسلام مکرم جناب کمال یوسف صاحب اور پھر ان کے بعد سید میر مسعود احمد صاحب ایم۔اے کی اَنتھک اور بے لوث مساعی کے نتیجہ میں وہاں اسلام پھیلنا شروع ہوا اور پھر وہاں کے نومسلموں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں پوری سرگرمی، للّٰہیت اور دلی لگن کے ساتھ عملاً حصہ لینا شروع کیا تو وہاں کے پادریوں کے کان کھڑے ہوئے کہ ان کی اپنی توقعات کے خلاف اسلام ان ممالک میں نہ صرف پاؤں جمانے میں کامیاب ہو گیا ہے بلکہ بڑی تیزی سے آگے ہی آگے قدم بڑھا رہا ہے۔ پھر ڈینش ترجمۂ قرآن مجید کی اشاعت اور مسجد نصرت جہاں کی تعمیر نے تو انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ سکنڈے نیویا میں اسلام کی اس بڑھتی ہوئی یلغار کو روکنا ہنسی کھیل نہیں ہے۔ اس نئی صورت حال میں جو چیز اُن کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوئی وہ ان کا اپنا یہ احساس تھا کہ ناروے، سویڈن اور ڈنمارک اب خالصۃً عیسائی ممالک نہیں رہے بلکہ یہاں کے رہنے والوں میں اب اسلام کے نام لیوا بھی شامل ہیں اور وہ بھی ایسے ایثار پیشہ، سرگرم اور فعال قسم کے نومسلم جنہوں نے اسلام کو ان ممالک میں غالب کرنے کے لئے جان کی بازی لگا رکھی ہے۔

اُن کی طرف سے اسلام کی روزافزوں ترقی پر پہلا ردِّ عمل یہ ظاہر ہوا کہ ۱۹۶۵ء میں متعدد کرسچین مشنری گروپس نے باہم صلاح مشورہ کرکے بعض نامور عیسائی پادریوں، مشنریوں اور محققین پر مشتمل باقاعدہ ایک کمیشن قائم کیا اور اس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ اسلام اور بالخصوص جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کرکے اِس بارہ میں ایک تفصیلی رپورٹ تیار کرے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی یلغار کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ اِس کمیشن نے پانچ مختلف کمیٹیوں میں تقسیم ہو کر کام کرنا شروع کیا۔ یہ کمیشن ابھی مصروفِ کار ہی تھا کہ اِس دَوران میں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے ڈینش ترجمۂ قرآن مجید شائع ہو گیا اور ڈنمارک میں مسجد نصرت جہاں کا افتتاح عمل میں آنے سے ملک بھر میں اسلام کا وسیع پیمانہ پر چرچا ہونے لگا۔ اِس نئی صورتِ حال سے گھبرا کر کمیشن کی ایک کمیٹی نے اپنی رپورٹ مکمل کرکے اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ اس رپورٹ کے انگریزی ترجمہ کا مطالعہ کرنے کا ہمیں بھی موقع ملا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات پر تو ہم کسی آئندہ شمارہ میں روشنی ڈالیں گے، فی الوقت ہم اِس رپورٹ کے دیباچہ کا اُردو ترجمہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ یہ مختصر دیباچہ اِس امر کا آئینہ دار ہے کہ سکنڈے نیوین ممالک میں اسلام کی روزافزوں ترقی پر وہاں کے چرچ سخت مضطرب ہیں۔ اور انہیں یہ فکر لاحق ہے کہ اسلام کی ترقی کو کیونکر روکا جائے۔ دیباچہ میں کمیٹی رقمطراز ہے:

"ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں ۱۹۶۷ء کے دَوران ایک مسجد تعمیر ہوئی اور اُس کا افتتاح عمل میں آیا۔ مسجد کا یہ افتتاح اِس امر کا آئینہ دار ہے کہ مذہبی پراپیگنڈا پر اب عیسائی کلیسیا ہی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ یہ صورتِ حال باقی نہیں رہی کہ دُنیا کے دوسرے علاقوں میں بسنے والوں تک ہم ہی اپنا پیغام پہنچا رہے ہوں بلکہ اب تو دوسرے مذاہب کی طرف سے بھی سرگرمی دیکھنے میں آ رہی ہے اور بالخصوص اسلام میں تو بیداری کے آثار نمایاں سے نمایاں تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلام اب عیسائیت کی صدیوں پُرانی مشنری جدّوجہد کا حساب چکا رہا ہے۔ مزید برآں یہ نئی صورتِ حال اِس امر کی بھی آئینہ دار ہے کہ دوسروں کے ساتھ ثقافتی میل ملاپ (جس پر پہلے بہت کچھ بحث وتمحیص ہوتی رہی ہے) کا اب یہی مطلب نہیں ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہماری عیسائی ثقافت دُنیا کے دوسرے حصّوں میں غالب آئے گی بلکہ اس کے نتیجہ میں ہمارے لئے خود دوسری ثقافتوں کے اثر و نفوذ کی زد میں آ سکنے کا

امکان پیدا ہو چکا ہے۔

اس نئی صورت حال میں، ہمیں دو چیلنجوں کا سامنا ہے۔ پہلے چیلنج کا تعلق اس امر سے ہے کہ کوپن ہیگن کی مسجد کے بارہ میں ہماری طرف سے کس ردِّ عمل کا اظہار ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب ہمیں یہ امید ہو کہ دوسروں کے ساتھ ثقافتی میل ملاپ کے نتیجہ میں ہم خود تو متاثر نہیں ہوں گے بلکہ دوسرے ہمارا اثر قبول کریں گے تو ہمیں یہ بات بہت مناسب اور بھلی معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمارا میل ملاپ بڑھے اور درمیانی فاصلے کم ہونے سے یہ دنیا اور بھی زیادہ چھوٹی نظر آنے لگے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا دوسروں سے خود متاثر ہونے اور ان کا اثر قبول کرنے کی صورت میں بھی دوسری ثقافتوں کے ساتھ ہمارے میل جول اور ملاپ کا کوئی جواز ہے؟ کیا ہم اس صورت میں بھی دوسروں کے ساتھ میل جول بڑھانے اور ان سے ملاپ کرنے کے لئے تیار ہیں؟

دوسرے چیلنج کا تعلق شمالی یورپ میں مسلم مشن کے قیام سے ہے۔ اس مشن کا وجود خود اپنی ذات میں ہمارے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے نہیں کہ مسلم مشن کلیسیا کا حریف ہے کیونکہ ابتدائی سالوں میں دونوں کے درمیان مقابلے اور رقابت کا امکان بہت محدود ہے، بلکہ اس لئے کہ مسلم مشن کے قیام نے ایک دفعہ پھر ہماری آنکھیں کھول کر یہ بات ہم پہ آشکار کر دی ہے کہ ہماری یہ خوش فہمی ایک تسلیم شدہ حقیقت کا درجہ نہیں رکھتی کہ چونکہ ہم سکنڈے نیویا کے رہنے والے ہیں اس لئے یہ ناگزیر اور لابدی ہے کہ ہم عیسائی بھی ہوں (یعنی اب سکنڈے نیویا کے باشندے عیسائیت کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیرو بھی ہو سکتے ہیں جو قبل ازیں ایک محال امر متصوّر ہوتا تھا۔ مترجم) بالفاظِ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ پہلے کی طرح اب یہ امر بحث سے بالا نہیں ہے کہ قدرتی طور پر ہم سب کا ایک ہی کلیسیا ہے۔ اب کلیسیا ایک ایسا ادارہ نہیں رہا کہ جس پر ہم سب کا حق ہو اور بیک وقت ہم سب کے سب اس کے ساتھ وابستہ ہوں۔

یہ ہیں وہ دو چیلنج جن سے جماعت احمدیہ اور شمالی یورپ میں اس کے مشن نے ہمیں واضح طور پر دوچار کر رکھا ہے۔"

سکنڈے نیوین ممالک میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں بفضل اللہ تعالیٰ اسلام کو جو روز افزوں ترقی حاصل ہو رہی ہے اور اس ترقی پر وہاں کے پادریوں کو جو تشویش لاحق ہے وہ اِس دیباچہ کے ایک ایک فقرہ سے ظاہر ہے ـــــ اوّل تو اِس میں اِس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے تبلیغ کے میدان میں قدم رکھ کر اور اس میں خاطر خواہ کامیابی سے ہمکنار ہو کر مشنری سرگرمیوں میں چرچ اور عیسائیت کی صدیوں پُرانی اجارہ داری کو ختم کر دیا ہے۔ یعنی آج سے کچھ عرصہ پہلے تک دنیا میں صرف عیسائی مشنری ہی اپنے مذہب کا پرچار کیا کرتے تھے لیکن اب جماعت احمدیہ کے مبلّغین اسلام خود عیسائی ملکوں میں پہنچ کر جن میں سکنڈے نیویا ایسے خالصتہً عیسائی ممالک بھی شامل ہیں وہاں اسلام پھیلانے میں مصروف ہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ اسلام پھیلانے میں مصروف ہیں بلکہ انکی کوششوں کے نتیجہ میں مغربی ملکوں میں اسلام عملاً پھیل بھی رہا ہے۔ مراد یہ کہ اب ہوا کا رُخ بدل چکا ہے ـــــ دوسری بات جس کی طرف دیباچہ میں افسوس کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ سکنڈے نیویا میں پہلے ایک ہی مذہبی تنظیم تھی اور وہ تھی عیسائی چرچ کی تنظیم لیکن اب احمدیہ مشن کی شکل میں وہاں اسلام کی مذہبی تنظیم بھی معرضِ وجود میں آ گئی ہے۔ پہلے وہاں تمام کے تمام باشندے چرچ کے ساتھ وابستہ تھے لیکن اب ان کی یہ وابستگی بٹ گئی ہے۔ اب سکنڈے نیوین باشندوں کی ایک تعداد ایسی بھی ہے جو چرچ کے ساتھ اپنی وابستگی کو خیر باد کہہ کے دل و جان کے ساتھ احمدیہ مسلم مشن کے ساتھ وابستہ ہے ـــــ تیسری بات جس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دیباچہ میں روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہے کہ پہلے دوسرے تہذیبی نظاموں کے ساتھ میل ملاپ عیسائیت کے لئے سُود مند تھا کیونکہ اس کے نتیجہ میں غیر علاقوں اور غیر قوموں کے اندر عیسائیت کے پنپنے اور اثر و نفوذ حاصل کرنے میں مدد ملتی تھی لیکن اب خود سکنڈے نیویا میں اسلامی مشن کے قیام اور مسجد کی تعمیر کے بعد اِن اسلامی تنظیموں کے ساتھ میل جول عیسائیت اور چرچ کے لئے مہنگا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ اِس میل ملاپ کے نتیجہ میں اسلام خود عیسائیوں کو متاثر کر کے انہیں اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ گویا چرچ کے نزدیک رواداری اور میل ملاپ صرف اُس وقت تک ہی ٹھیک ہے کہ جب اس کے نتیجہ میں عیسائیت کے دوسروں کو متاثر کرنے کا امکان ہو۔ لیکن اگر اس میل جول کے نتیجہ میں اسلام خود عیسائیوں کو متاثر کرنے اور انہیں اپنا حلقہ بگوش بنانے لگے تو رواداری اور میل ملاپ کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے۔

چرچ کی یہ پریشانی اور اضطراب اِس امر کا ایک مُنہ بولتا ثبوت ہے کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں عیسائیت جارحانہ پیشقدمی سے دستکش ہو کر خود اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو چکی ہے۔ برخلاف اِس کے مغرب کے عیسائی ممالک اور ان میں سے بھی بالخصوص سکنڈے نیوین ممالک میں اسلام کی یلغار اور پیش قدمی زور وشور سے جاری ہے۔ یہ پیش قدمی انشاءاللہ العزیز برابر جاری رہے گی۔ یہاں تک کہ خود عیسائی ممالک میں اسلام غالب آجائے گا۔ چرچ خواہ کتنا ہی زور لگائے اور کتنے ہی ہاتھ پاؤں مارے وہ اسلام کی پیش قدمی کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خدائی فیصلے کے بموجب پسپائی عیسائیت کا اور فاتحانہ پیش قدمی اسلام کا مقدّر بن چکی ہے۔ کوئی طاقت اِس خدائی تقدیر کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ؏

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

زندہ برکات اور زندہ نشانات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"دیکھو اور غور سے سُنو! یہ صرف اسلام ہی ہے جو اپنے اندر برکات رکھتا ہے اور انسان کو مایوس اور نامراد نہیں ہونے دیتا۔ اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ مَیں اس کے برکات اور زندگی اور صداقت کے لئے نمونہ کے طور پر کھڑا ہوں۔ کوئی عیسائی نہیں جو یہ دکھا سکے کہ اُس کا کوئی تعلّق آسمان سے ہے۔ . . . . مَیں نے اپنے پُرزور نشانوں سے دکھایا ہے اور صاف صاف دکھایا ہے کہ زندہ برکات اور زندہ نشانات صرف اسلام کے لئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۴۳)

عہدیداران مجالس انصار اللہ کے لئے ضروری ہدایات

برائے سال: ۱۳۴۹ ہش / ۱۹۷۰ء

قیادت عمومی

۱۔ قواعد کے مطابق عہدیداران مجالس انصار اللہ کا انتخاب تین سال کیلئے ہوتا ہے۔ موجودہ عہدیداران کے انتخاب کی مدت ۳۱ فتح ۱۳۴۹ ہش / دسمبر ۱۹۷۰ء کو ختم ہو رہی ہے۔ تمام مجالس کو چاہیئے کہ وہ امیر صاحب / صدر صاحب کی وساطت سے زعیم / زعیم اعلیٰ کا آئندہ تین سال کے لئے انتخاب کروا کر ماہ نبوت / نومبر تک صدر محترم کی منظوری کے لئے دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیں۔

۲۔ بعض مجالس کی طرف سے چٹھیوں کا جواب بروقت موصول نہیں ہوتا جس سے ایک تو کام کا نقصان ہوتا ہے اور دوسرے یاد دہانیوں پر بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ مجالس سے درخواست ہے کہ مرکز کی چٹھیوں کا جواب بروقت بھجوا دیا کریں۔

۳۔ الف۔ مرکزی سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

"ہر ضلع کی ہر مجلس کا کم از کم ایک نمائندہ ضرور آنا چاہیئے۔" (ماہنامہ "انصار اللہ" ماہ تبوک ۱۳۴۷ ہش صفحہ ۴۷)

اجتماع میں شمولیت کا یہ کم سے کم معیار ہے۔ نمائندگان کے علاوہ بھی دوستوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر استفادہ کرنا چاہیئے۔

ب۔ دستور اساسی انصار اللہ کے قاعدہ ۲۰۲ کے مطابق ناظمین اعلیٰ / ناظمین اضلاع نیز زعمائے اعلیٰ اور زعماء کی مرکزی اجتماع میں حاضری ضروری ہو گی سوائے اسکے کہ وہ صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ سے قبل از وقت رخصت لے لیں۔ مجالس اس امر کا بھی خاص خیال رکھیں۔

۴۔ انصار اللہ کے تربیتی اجتماعات کا انعقاد بفضل خدا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ ان اجتماعات سے تربیت کے علاوہ جماعتی کاموں میں عام بیداری پیدا ہوتی ہے اس لئے بڑی مجالس بالخصوص ضلعی و علاقائی مجالس اپنے ہاں اجتماعات کے لئے تاریخیں تجویز کر کے مرکز میں منظوری کے لئے بھجوا دیں۔

۵۔ شوریٰ انصار اللہ کے لئے تجاویز مجلس عاملہ مقامی کی منظوری سے ۲۰ تبوک / ستمبر تک مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں۔

۶۔ شوریٰ انصار اللہ کے لئے نمائندگان کے اسماء ۱۰ اخاء / اکتوبر تک دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیئے جائیں۔

۷۔ ہر ماہ کی دس تاریخ تک گزشتہ ماہ کے کام کی رپورٹ مرکز میں بھجوانا ہر مجلس کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے پروگرام کی یہ ایک ایسی شق ہے جس پر کئی مجالس پوری ذمہ داری سے کاربند نہیں ہوتیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس سال ہر مجلس ماہانہ رپورٹ بھجوانے میں پابندی اختیار کریگی۔

مجالس اپنی سالانہ کارگزاری کی رپورٹ ۲۵ نبوت / نومبر تک مرکز میں ارسال فرما دیں۔

۸۔ ضلعی و علاقائی مجالس کے ناظمین و ناظمین اعلیٰ ۵ اخاء / اکتوبر تک کارکردگی کی سالانہ رپورٹ دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیں۔

۹۔ انصار اللہ کے دستور اساسی کا قاعدہ ۱۰۲ یہ ہے کہ:۔

"دس انصار پر ایک سائق مقرر کیا جائے جو انہیں بیدار رکھنے کا موجب ہو"۔ تمام مجالس اس قاعدہ پر عمل کروائیں۔

۱۰۔ علم انعامی حاصل کرنیوالی مجلس کے علاوہ کارکردگی کے لحاظ سے پہلی دس مجالس کے ناموں کا بھی بغرض اطلاع جلسہ سالانہ پر اعلان کیا جائیگا مجالس کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (باقی)

(شیخ محبوب عالم خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

میں زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں
کیونکہ اس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہؤا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''میں اس جگہ کچھ گزشتہ قصوں کو بیان نہیں کرتا بلکہ میں وہی باتیں کرتا ہوں جن کا مجھے ذاتی علم ہے۔ میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے، جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا۔ تب اس کا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گزر جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں۔ سو اگرچہ میں دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں مگر زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں کیونکہ اس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہؤا جس شخص کو میرے اس بیان میں شک ہو اس کو چاہیئے کہ ان باتوں کی تحقیق کے لئے کم سے کم دو ماہ کے لئے میرے پاس آ جائے۔ میں اس کے تمام اخراجات کا جو اس کے لئے کافی ہو سکتے ہیں اس مدت تک متکفل رہونگا۔ میرے نزدیک مذہب وہی ہے جو زندہ مذہب ہو اور زندہ اور تازہ قدرتوں کے نظارہ سے خدا کو دکھلا دے ورنہ صرف دعویٰ صحت مذہب ہیچ اور بلادلیل ہے''

(مضمون جلسہ لاہور صفہ ۶۰ منسلکہ چشمہ معرفت)

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا